احکام القرآن للجصاص

باب ربا*

ترجمہ و تعلیق از غلام مرتضی آزاد

ابوبکر الرازی الجصاص کی تصنیف "احکام القرآن" میں سے باب الربوا کا رواں لفظی ترجمہ قارئین کے پیش خدمت ہے۔ مصنف نے اس باب میں سود پر سیر حاصل اور مدلل بحث کی ہے۔

مصنف چونکہ حنفی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اس لئے بحث کے دوران حنفی نقطۂ نظر ان کی نگاہ کا مرکز رہا۔ حنفی نقطۂ نظر کے لفظ سے کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ اس مسئلے میں احناف کی آراء دیگر فقہاء کی آراء کے مخالف نہیں، بلکہ احناف نے سود کا جو مفہوم بیان کیا ہے وہ دیگر فقہاء کے بیان کردہ مفہوم سے وسیع تر ہے۔ بحث کے مختلف پہلوؤں کی مناسبت سے بغلی عنوانات نیز اصطلاحات کی وضاحت کے لئے حواشی، مترجم کا اضافہ ہے۔ متن میں اسلاف کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ اور رحمہ اللہ وغیرہ موجود نہیں، ترجمہ میں، البتہ، اسماء کے ساتھ دعائیہ کلمات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ نیز متن میں صرف قال النبی یا اخبر النبی کے الفاظ ہیں۔ ترجمہ میں نبی کے ساتھ صلی اللہ علیہ و سلم بھی لکھا گیا ہے۔

احمد بن علی (یا بقول بعض محمد بن علی)، ابوبکر، الرازی، الجصاص سنہ ۳۰۵ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ فقہ ابوسہل الزجاج اور ابوالحسن الکرخی سے پڑھی اور حدیث عبدالباقی بن قانع سے۔ آپ حفاظ حدیث

---

* متن میں 'ربا' کو قرآنی رسم املا کی اتباع میں 'ربوا' لکھا گیا ہے

میں سے تھے ۔ اوراپنے دور میں حنفی مکتب فکر کے امام سمجھے جاتے تھے ۔ ابوالحسن الکرخی کی وفات کے بعد آپ نے بغداد میں مستقل سکونت اختیار کر لی ۔ اور زندگی کے آخری لمحات تک وهیں درس دیتے رهے۔ آپ کے تلامذه میں سے ابو عبد الله محمد بن یحیی الجرجانی شیخ القدوری ، ابو الحسن محمد بن احمد الزعفرانی ، ابو علی اور ابو احمد الحاکم قابل ذکر هیں۔

تذکره نگاروں نے آپ کی تصانیف میں سے احکام القرآن ، شرح مختصر الکرخی ، شرح مختصر الطحاوی ، شرح جامع محمد ، شرح اسماء الحسنی، کتاب فی اصول الفقه اور ادب القضاء کا ذکرکیا ہے۔ آپ سنه ۳۷۰ھ میں بغداد میں فوت هوئے ۔ (مترجم)

الله تعالی کا ارشاد ہے، "الذین یأکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس ذلك بانهم قالوا انما البیع مثل الربوا و احل الله البیع و حرم الربوا،،[1] (جو لوگ کھاتے هیں سود ، نه اٹھیں گے قیامت کو، مگر جس طرح اٹھتا ہے جس کے حواس کھو دیئے جن نے لپٹ کر۔ یه اسواسطے که انہوں نے کہا ، سودا کرنا بھی ویسا هی ہے جیسا سود لینا اور الله نے حلال کیا سودا اور حرام کیا سود ۔[2])

ربوا کا لغوی معنی

ابوبکر (مولف کتاب) کہتے هیں لغت میں ربوا کا معنی ہے، 'زیادتی' ۔ اسی سے (لفظ) الرابیه" ہے، اس لئے که اسمیں آس پاس کی زمین کے مقابله میں زیادتی پائی جاتی ہے ۔ 'الربوة من الارض' بھی اسی سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے، زمین کا بلند حصه ۔ اور اسی سے ماخوذ ہے عربوں کا یه قول ، " اربی فلان علی فلان فی القول اوالفعل " فلاں ، فلاں سے قول یا فعل میں بڑھ گیا۔

(۱) البقرة : ۲۷۵

(۲) موضح القرآن شاهعبدالقادر ۔

ربوا کا شرعی معنی

شریعت میں ربوا ایسے معانی کے لئے مستعمل ہے جن کے لئے یہ لفظ لغت میں وضع نہیں کیا گیا۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ نبی، صلی اللہ علیہ وسلم، نے اسامہ بن زید والی حدیث میں 'نسا' کو ربوا کا نام دیا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا، "انما الربوا فی النسیئۃ"۔ بے شک (نسیئۃ[۳] ھی میں سود ہے)۔ حضرت عمر کا ارشاد ہے، "سود کے بہت سے ابواب ھیں جو مخفی نہیں، ان میں سے ایک باب جانوروں کی بیع سلم ہے"[۴] حضرت عمر نے یہ بھی فرمایا، "آیت ربوا قرآن مجید کی ان آیات میں سے ہے جو آخر میں نازل ہوئیں اور قبل اس کے کہ نبی صلی اللہ علیہ و سلم، اس کی وضاحت کرتے آپ کا وصال ہو گیا، لہذا تم لوگ 'ربوا' اور 'ریبہ'[۵] دونوں کو چھوڑ دو" اس سے ثابت ہوا کہ لفظ ربوا اسم شرعی بن چکا تھا ورنہ اگر اس لفظ کے وہی معنی رہتے جو کہ لغت میں ھیں تو حضرت عمر پر اس کی وضاحت مخفی نہ رہتی۔ اس لئے کہ وہ اھل زبان ھونے کی بنا پر اسماء لغت کے عالم تھے۔ اس کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ عرب سونے کے بدلے سونے اور چاندی کے بدلے چاندی کی نسیئہ خرید و فروخت کے سود ھونے سے نا واقف تھے، جبکہ شریعت میں اس قسم کے لین دین کو ربوا کہا گیا ہے۔

ربوا منقول شرعی ہے

جب ربوا کی صورت حال یہ ہے جو ہم نے بیان کی تو گویا یہ لفظ ان مجمل اسماء کی طرح ہے جو محتاج وضاحت ھیں اور یہ وہ اسماء (الفاظ) ھیں

(۳) نسأ کے لغوی معنی ہیں جھڑک دینا' پیچھے ھٹا دینا موخر کر دینا۔ فقہ کی اصطلاح میں بیع نسیئۃ ایسے سودے کو کہا جاتا ہے جسمیں قیمت کی ادائیگی موخر کردی جائے یا قیمت تو پہلے ادا کر دی جائے مگر شئی مبیع کی ادائیگی موخر ہو۔ اس حدیث کا مفہوم خود مولف نے اسی باب کی اگلی فصل میں واضح کردیا ہے۔

(۴) جانوروں کی بیع سلم پر اگلی فصل میں بحث کی گئی ہے۔

(۵) ربوا۔ وہ چیز جو یقینا سود ہے۔ ریبۃ۔ وہ چیز جس میں سود کا شبہ ہو۔

جو لغت سے شریعت میں ایسے معانی کے لئے منتقل کرلئے گئے جن کے لئے یہ الفاظ لغت میں وضع نہیں کئے گئے تھے، مثلاً صلوۃ، صوم اور زکوۃ جیسے الفاظ۔ لہذا یہ لفظ بھی (شرعی) وضاحت کا محتاج ہے۔ اس کے عام معنی۔ زیادتی۔ سے عقد کے معاملات میں کسی چیز کی حرمت پر صرف اسی صورت میں استدلال کیا جا سکتا ہے کہ شریعت میں اس چیز کے مسمی بالربوا ہونے پر دلالت موجود ہو۔ کسی آیت سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ اس کو نبی، صلی اللہ علیہ و سلم، نے، من جانب اللہ، کبھی تو صراحتاً واضح کر دیا اور کبھی اس آیت سے استدلال کیا تو اس کی وضاحت ہو گئی۔ لہذا اہل علم کو، توقیف[6] یا استدلال، کسی نہ کسی طریقے سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں آیت سے اللہ کی کیا مراد ہے۔

عربوں میں ربوا

عرب جس ربوا کو جانتے تھے اور جسکا کاروبار کرتے تھے، وہ تو بس یہی تھا کہ وہ لوگ درہم و دنانیر کا اصل زر سے زیادتی کی شرط پر، ایک مقررہ مدت تک کے لئے، باہمی رضامندی سے، بطور قرض لین دین کرتے تھے۔ وہ لوگ نقد بیع اور جنس و احد کے تبادلے میں زیادتی کے سود ہونے سے ناواقف تھے، سود کی بس یہی شکل ان کے ہاں متعارف و مشہور تھی، اسی لئے اللہ نے فرمایا، ”و ما آتیتم من ربوا لیربوا فی اموال الناس فلایربوا عند اللہ[7]“۔ (اور جو دیتے ہو بیاج پر، کہ بڑھتا رہے لوگوں کے مال میں۔ وہ نہیں بڑھتا اللہ کے ہاں[8]) اس سے اللہ تعالی ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ وہ مشروط زیادتی اصل مال (زر) پر ہوتی تھی اس لئے کہ قرض دھندہ کی جانب سے اس زیادتی کا

(٦) توقیف ایک اصطلاح ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ کسی شرعی اصطلاح کی وضاحت یا کسی آیت کا معنی ہم از خود نہیں معلوم کرسکتے بلکہ اسکی وہی وضاحت معتبر ہوگی جو اللہ نے اپنے نبی کو بتائی اور پھر بواسطہ صحابہ و اہل علم ہم تک پہنچی۔

(٧) سورہ الروم: ٣٩ - پوری آیت ہے وما آتیتم من ربوا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما آتیتم من زکواۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون۔

(٨) موضح القرآن۔

کوئی بدل مقروض کو نہیں ملتا تھا۔ اور اللہ تعالی کا ارشاد، " لاتأکلو الربوا اضعافا مضاعفۃ" [٩] " (مت کھاؤ سود، دو نے پر دونا) دوگنا چوگنا زیادتی کی شرط لگانے کی صورت حال کی اطلاع ہے۔ پس اللہ تعالی نے اس ربوا کو بھی جس کا وہ کاروبار کرتے تھے اور بیع کی چند دوسری اقسام کو بھی، سود کہہ کر، باطل قرار دے دیا۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد، " و حرم الربوا" [١٠] (اور خدا نے سود کو حرام کر دیا) تحریم ربوا کی جملہ اقسام کو حاوی ہے، اس لئے کہ شرعی اصطلاح میں اسم ربوا سود کی تمام اقسام کو شامل ہے۔

شریعت میں سود کی اقسام

عربوں کا سودی لین دین تو اسی انداز کا تھا، جو ہم بتا چکے ہیں، کہ وہ لوگ مدت معین تک، درہم و دنانیر کو، زیادتی کی شرط کے ساتھ قرض پر لیتے دیتے تھے۔ مگر شریعت میں اسم ربوا کے کئی معانی ہیں:

اول تو وہی ربوا ہے جس پر اہل جاہلیت کار بند تھے۔

دوم۔ بقول احناف، ناپ تول کی ایک ہی جنس میں تفاضل۔ امام مالک ایک ہی جنس کے ساتھ مقتات و مدخر [١١] ہونے کا اعتبار کرتے ہیں اور امام شافعی صرف قوت (خوراک) ہونے کا۔ بہرکیف ایک ہی جنس میں، بعض اعتبارات [١٢] (شرائط) کے اضافہ کے ساتھ تفاضل (زیادتی) سب کے نزدیک حرام ہے، جیسا کہ اس سے پہلے ہم کہہ چکے ہیں۔

سوم۔ النسأ۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ کہ دونوں طرف سے ایک ہی جنس ہو، یعنی ایک ہی جنس کا ادھار تبادلہ ناجائز ہے،

---

(٩) آل عمران : ١٣٠

(١٠) البقرۃ : ٢٧٥

(١١) مقتات ۔ وہ چیز جو خوراک ہونے کے لائق بن سکے اور مدخر ۔ وہ چیز جسکا ذخیرہ ہو سکے ۔

(١٢) ایک ہی جنس کا تبادلہ کرتے ہوں۔ مثلاً ایک ہی قسم کی گندم کے مقابلہ میں اسی قسم کی گندم کا تبادلہ ۔ اگر کوئی شخص زیادہ لے لے تو وہ سود ہے ..... اس زیادتی کا سود ہونا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد سے معلوم ہوا جس پر آئندہ سطور میں مفصل بحث آرہی ہے ۔

خواہ وہ جنس ناپ کے تحت آتی ہو یا تول کے تحت، چنانچہ ہمارے (احناف کے) نزدیک سرو کے ایک ہی قسم کے کپڑے کا اسی قسم کے کپڑے کے عوض ادھار لین دین کرنا سود ہے، اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں ایک ہی جنس ہیں[۱۳]۔ نساء کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک ہی جنس کے تبادلہ میں تحریم تفاضل کی جو وجہ ہے۔۔۔ و ہی وجہ دو مختلف جنسوں میں پائی جائے۔ اور وہ وجہ کیل اور وزن ہے۔ باستثنائے حکم درہم و دنانیر۔ مثلاً اگر کسی شخص نے گندم کو بمبادلہ جص (گچ، چونہ) ادھار بیچ دیا تو یہ جائز نہ ہوگا (سود ہوگا) اس لئے کہ دونوں چیزوں میں علت کیل موجود ہے۔ اسی طرح اگر ادھار پر تانبے کے بدلے لوہا بیچ دیا تو یہ بھی جائز نہیں کہ اس میں علت وزن موجود ہے۔ اور اللہ تعالی ہی سود سے بچنے کی توفیق دینے والا ہے

شرعی ربوا کے ابواب میں سے ایک باب جانوروں کی بیع سلم بھی ہے۔

حضرت عمر کا ارشاد ہے، سود کے کئی ابواب ہیں جو کہ مخفی نہیں۔ ان میں سے ایک باب جانوروں کی بیع سلم ہے[۱۴] جبکہ عرب اس کے سود ہونے سے واقف نہیں تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر کا یہ قول رسول اللہ سے سماع پر موقوف ہے۔ مختصر یہ ہے کہ دو ہی چیزیں شرعی ربوا کے تحت آتی ہیں یعنی نساء اور ان شرائط پر تفاضل جن کی پہچان فقہاء کے نزدیک ہو چکی ہے۔ ان چیزوں کے سود ہونے کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات ہیں۔ " الحنطة بالحنطة مثلا بمثل یدا بیدا و الفضل ربوا، و الشعیر بالشعیر مثلا بمثل یدا بیدا و الفضل ربوا " (گندم کا مبادلہ گندم سے جوں کا توں

---

(۱۳) امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ صورت حال سود سے خارج ہے، اس لئے کہ انکے ہاں جنس کے ساتھ اس چیز کے ماکول ہونے کی شرط بھی ضروری ہے جو کہ یہاں مفقود ہے۔

(۱۴) بیع کی وہ قسم جس میں قیمت پیشگی ادا کردی جائے۔

اور دست بدست ہونا چاہئیے ۔ اس میں (کسی ایک جانب سے) زیادتی سود ہے اور جو کا مبادلہ جو سے جوں کا توں اور دست بدست ہونا چاہئیے اور فضل (زیادتی) سود ہے۔ نبی ؐ نے کھجور، نمک، سونے، اور چاندی کا ذکر کرتے ہوئے بھی کیل یا وزن کی ایک ہی جنس میں (بصورت مبادلہ) زیادتی کو سود قرار دیا ۔

عبد الرحمن بن عباس نے اسامہ بن زید سے جو حدیث روایت کی ہے اس میں نبی ؐ نے فرمایا "انما الربوا فی النسیئة" (بے شک سود نسیئہ ہی میں ہے) اور بعض الفاظ (روایات) میں ہے، "لاربوا الا فی النسیہ" (نہیں ہے سود مگر نسیئہ میں) ۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ شریعت میں اسم ربوا کا اطلاق (ربوا کا لفظ) کبھی تو تفاضل (زیادتی) پر ہوتا ہے اور کبھی نساء پر ۔

ابن عباس کے موقف کی وضاحت

ابن عباس فرماتے تھے کہ سود صرف نسیئہ میں ہے، اور سونے کے بدلے سونے اور چاندی کے بدلے چاندی کی ایسی بیع (بیع صرف) جس میں کسی ایک جانب سے فضل (زیادتی) ہو جائز ہے۔ اپنے اس موقف پر وہ حدیث اسامہ سے استدلال کرتے تھے ۔ لیکن جب چھ چیزوں میں بتائی ہوئی زیادتی کی حرمت سے متعلق نبی، صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ان تک بالتواتر پہنچا تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ۔ جابر بن زید کا قول ہے، "ابن عباس نے دو چیزوں، صرف[١٥] اور متعہ میں، اپنے قول سے رجوع کر لیا" ۔

حدیث اسامہ کا معنی دو مختلف جنسوں میں نساء کے سوا اور کچھ نہیں، جیسا کہ عبادۃ بن الصامت وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ نبی، صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا، "گندم، گندم کے مبادلہ میں جوں کی توں اور دست بدست

---

(١٥) "الصرف هو البیع اذا کان کل واحد من عو ضیه من جنس الا ثمان" ۔ القدوری ۔ صرف بیع کی وہ قسم ہے جسمیں دونوں طرف سے روپیہ کی جنس ہو ۔ اُس دور میں سونا، چاندی روپیہ کی جنس تھے ۔

ہو"۔ اسی طرح آپ نے چھ[۱۹] اصناف (اجناس) کا ذکر کیا۔ پھر فرمایا، "گندم کو جو کے بدلے دست بدست جیسے چاہو بیچ سکتے ہو" اور بعض احادیث میں ہے، " اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم " (جب دونوں طرف سے نوع مختلف ہوجائے تو (دست بدست) جیسے چاہو بیچ لو۔) چنانچہ آپ نے کیل یا وزن کی دو مختلف جنسوں میں نساء (ادھار) کو منع فرمایا اور تفاضل (زیادتی) کو مباح قرار دے دیا۔ لہذا اسامہ بن زید والی حدیث کا یہی مفہوم سمجھا جائے گا۔

ربوا کی ایک اور صورت

جو سود اس آیت سے مراد ہے اس میں بیچی ہوئی چیز کو قیمت وصول کرنے سے پہلے، کم قیمت پر خرید لینا بھی شامل ہے۔ اس قسم کی خرید و فروخت کے سود ہونے کی دلیل یونس بن اسحق کی حدیث ہے جو اس نے بواسطہ اپنے والد، بواسطہ ابو العالیہ روایت کی۔ ابو العالیہ نے کہا، " میں حضرت عائشہ کے ہاں تھا کہ ان سے ایک عورت نے کہا، میں نے ایک لونڈی۔ زید بن ارقم کے ہاتھ، آٹھ سو روپے ادھار ادائیگی پر فروخت کی... انہوں نے اس (خرید کردہ) لونڈی کو بیچ دینا چاہا تو میں نے ان سے چھ سو روپے میں خرید لی۔ اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا، 'کتنی بری ہے تمہاری فروخت اور کتنی بری ہے تمہاری خرید۔ زید بن ارقم کو یہ بات پہنچا دینا (کہہ دینا) کہ اگر وہ توبہ نہیں کریں گے تو انہوں نے نبی، صلی اللہ علیہ وسلم، کی معیت میں جو جہاد کیا تھا اس کو باطل کر دیں گے، اس عورت نے کہا، اے ام المؤمنین! اگر میں اصل زر کے سوا کچھ نہ لوں تو آپ کی کیا رائے ہے؟ ۔ حضرت عائشہ نے اس پر یہ آیت تلاوت کی، " فمن جاءہ موعظۃ

---

(۱۹) سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور، نمک۔

من ربہ فانتھی فلہ ماسلف" [15] (پھر جس کو پہنچی نصیحت اپنے رب کی، اور باز آیا، تو اس کا ہے جو آگے ہو چکا) عورت کے سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت عائشہ کا آیت ربوا کو تلاوت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک اس طرح کی خرید و فروخت سود ہے اور اس قسم کے سودے پر سود کا اطلاق انہوں نے اپنی رائے سے نہیں کیا بلکہ یہ نبی، صلی اللہ علیہ و سلم، سے سماع پر موقوف ہے۔

ابن المبارک نے بواسطہ حکم بن زریق روایت کیا، حکم کہتے ہیں میں نے سعید بن المسیب سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جس نے کسی دوسرے شخص سے ادھار ادائیگی پر اناج خریدا۔ اب خریدنے والے نے یہی طعام نقد ادائیگی پر اسی شخص کو بیچ دینے کا ارادہ کیا جس سے کہ اس نے خریدا تھا۔ تو سعید بن المسیب نے کہا، "یہ سود ہے"۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ اس صورت حال میں اس شخص نے پہلی قیمت سے کم قیمت پر بیچنے کا ارادہ کیا تھا، اس لئے کہ ثمن اول کے مثل یا اس سے زیادہ قیمت کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ سعید بن المسیب نے اس سودے کو سود قرار دیا۔

روایت کیا گیا ہے کہ ابن عباس، قاسم بن محمد، مجاهد، ابراهیم اور شعبی نے بھی اس قسم کی خرید و فروخت کرنے سے منع کیا۔ حسن اور ابن سیرین نے اس قسم کی خرید و فرخت کے بارے میں کہا ہے کہ اگر نقد پر بیچے تو خریدنا جائز ہے اور ادھار پر بیچے تو پہلی قیمت سے کم قیمت پر خریدنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک پہلی قیمت ادا کرنے کی مقررہ مدت ختم نہ ہو جائے۔ ابن عمر سے مروی ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز بیچنے کے بعد وہی چیز پہلی قیمت سے کم قیمت پر خرید لی تو جائز ہے۔ ابن عمر نے اس صورت

---

(۱۵) البقرۃ : ۲۷۵ ۔

میں پہلی قیمت کے وصول ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ ممکن ہے ان کی مراد یہ ہو کہ جب قیمت وصول کر لے تو اس کے بعد پہلی قیمت سے کم قیمت پر خرید سکتا ہے۔

الغرض حضرت عائشہ کا قول اور سعید بن المسیب کا قول اس بات کی دلیل ہیں کہ اس قسم کا سودا سود ہے۔ اس سے ہمیں پتہ چلا کہ ان دونوں نے اس کو رسول اللہ کے واسطہ سے معلوم کرنے کے بعد ہی سود قرار دیا۔ ورنہ بذریعہ لغت اس چیز کا سود ہونا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اسمائے شرعی کا مفہوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت پر موقوف ہے۔

سود کا ایک باب ادھار کے بدلے ادھار ہے

موسی بن عبیدۃ نے بواسطہ عبد اللہ بن دینار، بواسطہ ابن عمر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے ”کالی با لکالی“ اور بعض الفاظ میں ہے ”دین با لدین“۔ دونوں قسم کے الفاظ کا ایک ہی معنی ہے۔ (ادھار کے بدلے ادھار) سے منع فرمایا۔ اور اسامہ بن زید سے مروی جو حدیث ہے اس میں آپ نے فرمایا ”بےشک ربوا نسیئہ میں ہی ہے“ مگر یہ دین کے بدلے دین (ادھار کے بدلے ادھار) میں ہی متحقق ہے۔

اس قسم کا سودا اتنی دیر تک تو معاف ہے جتنی دیر تک کہ مجلس برقرار ہے، اس لیے کہ گندم کے ڈھیر کے بدلے روپے (قیمت) پہلے دینا (پہلے دینے کا اقرار کرنا) جائز ہے، حالانکہ یہ دین بالدین ہے۔ لیکن، اگر، بائع ومشتری، اس سے قبل کہ روپے پر (بیچنے والے کا) قبضہ ہو، جدا ہو جائیں، تو عقد (سودا) باطل ہو جائے گا۔ اسی طرح دنانیر کے بدلے دراھم کا سودا کرنا بھی جائز ہے لیکن اگر وہ تقابض سے پہلے جدا ہو گئے تو سودا ٹوٹ جائے گا۔

سود کی وہ اقسام جو آیت ربوا سے ضمناً ثابت ہوتی ہیں

(فرض کیا) ایک شخص کو مقررہ وقت پر ایک ہزار درہم دَین [18] ادا کرنا ہے (یعنی اس کے ذمے دین مؤجل ہے) اور وہ مقررہ وقت سے قبل قرض خواہ سے پانچ سو درہم فوری ادائیگی (اور باقی کی چھوٹ پر) مصالحت کر لیتا ہے تو یہ جائز نہیں۔

سفیان نے بواسطہ حمید، بواسطہ میسرہ بیان کیا، میسرہ کہتے ہیں میں نے ابن عمر سے پوچھا، "ایک شخص کو وقت مقرر پر میرا ادھار ادا کرنا ہے (دین مؤجل) میں اس سے کہتا ہوں، تم مجھے مقررہ وقت کی بجائے ابھی دو تو میں کل رقم میں سے تم کو کچھ چھوڑ دیتا ہوں"، ابن عمر نے فرمایا، "یہ سود ہے"۔ زید بن ثابت سے بھی اس کی نہی مروی ہے۔ سعیدبن جبیر، شعبی، حکم، ہمارے اصحاب (احناف) اور جملہ فقہاء کا یہی قول ہے۔ البتہ ابن عباس اور ابراہیم نخعی نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔

ابن عباس اور ابراہیم نخعی کے قول کے باطل ہونے پر دو چیزیں دلالت کرتی ہیں۔ اول۔ ابن عمر نے اس کو سود کا نام دیا اور ہم بیان کرچکے ہیں کہ اسماء شرع کی وضاحت توقیفی ہے۔ دوم۔ یہ (سب کو) معلوم ہے کہ دور جاہلیت کا سود قرض موجل مع مشروط زیادتی، تھا۔ گویا زیادتی، اجل (مدت، مہلت) کا بدل تھی، تو اللہ تعالی نے اسے باطل کر دیا، اسے حرام قرار دیا اور فرمایا فان تبتم فلکم رؤس اموالکم [19] (اور اگر توبہ کرتے ہو، تو تم کو پہنچتے ہیں اصل مال تمہارے) اور فرمایا، "وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مؤمنین" [20] (اور

---

(۱۸) دین اور قرض کے مفہوم میں جو باریک فرق ہے مؤلف نے آئندہ سطور میں اسکی وضاحت کردی ہے۔ دین کو ہم اردو میں ادھار سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

(۱۹) البقرۃ : ۲۷۹

(۲۰) البقرۃ : ۲۷۸

چھوڑ دو جو رہ گیا سود اگر تم کو یقین ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے اجل کا معاوضہ لینے سے روک دیا ۔

تو اب اس صورت میں کہ جب ایک شخص پر ایک ہزار درہم دین مؤجل ہے اور دائن فوری ادائیگی کے بدلے مدیون کو قرض رقم کا کچھ حصہ چھوڑ دیتا ہے تو گویا اس نے چھوٹ کو اجل کا بدل بنا دیا لہذا یہ بھی اسی ربوا کے معنی میں آگیا جس کو اللہ نے صراحت سے حرام کہا ۔

صورت مسئلہ کی مزید وضاحت

اگر مدیون کو ایک ہزار درہم فی الحال ادا کرنے ہوں اور مدیون، دائن سے کہے، ' مجھ کو مہلت دو اس شرط پر کہ میں تم کو ایک سو درہم مزید ادا کر دوں گا' تو اس کے ناجائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اس لئے کہ یہ ایک سو درہم مدت کے مقابلہ میں ہوگئے۔ یونہی جب چھوٹ کو مدت کا عوض بنا دیا جائے تو وہ بڑھوتری کے معنی میں آجاتی ہے ۔ یہی وہ بنیاد ہے جس کی بنا پر مدت کا معاوضہ لینا ممنوع قرار پایا [٢١] اور اسی بنا پر (امام) ابوحنیفہ نے اس شخص کے بارے میں، جو درزی کو کپڑا دے اور یہ کہے کہ اسے آج سی کردو گے تو ایک درہم دوں گا اور کل سی کردو گے تو آدھا درہم دوں گا، کہا ہے کہ دوسری شرط باطل ہے۔ لہذا اگر اس نے کل سی کر دیا تو اس کا معاوضہ اتنا ہی ہوگا، جتنا کہ آج سی کر دینے کا ہے، دوسری شرط اس لئے باطل ہے کہ گاہک نے چھوٹ کو مدت کے مقابلہ میں رکھ دیا، جبکہ کام دونوں دنوں میں ایک جیسا ہے۔ پس یہ شرط ناجائز ہے اس لئے کہ یہ بھی مدت کو اسی طریقے سے بیچنا ہے جس کی ہم وضاحت کر چکے ہیں ۔

متقدمین میں سے جن لوگوں نے " فی الفور دو اور میں تم کو چھوٹ دیتا

---

(٢١) اس مقام پر متن کے یہ الفاظ یاد کر لینے کے قابل ہیں ۔ "هذا هو الاصل فی امتناع جواز اخذ الابدال عن الآجال" ۔

هوں" کو جائز قرار دیا ہے۔ ممکن ہے ان کا یہ قول ایسی صورت حال کے بارے میں ہو جس میں اس نے چھوٹ کی شرط نہ لگائی ہو، یعنی بغیر کسی شرط کے کچھ رقم چھوڑ دے اور بغیر کسی شرط کے باقی رقم فی الفور وصول کر لے۔

ملخص

هم دلائل پیش کر چکے ہیں کہ :

۱ - تفاضل، بعض حالتوں میں[۲۲]، سود ہے جیسا کہ نبی، صلی اللہ علیہ وسلم، نے اصناف ستہ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

۲ - نساء، بیع کی بعض حالتوں میں، سود ہے، جیسا کہ نبی، صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم یداً بید" (جب دونوں طرف سے نوع مختلف ہوں تو جیسے چاہو بیچ لو مگر دست بدست) اور آپ کا ارشاد ہے۔ "انما الربوا فی النسیئۃ" (بے شک سود نسیئہ ہی میں ہے)۔

۳ - جانوروں کی بیع سلم بھی کبھی سود ہوتی ہے، حسب ارشاد نبی ص، "انما الربوا فی النسیئۃ"۔ اور اسی طرح آپ کا ارشاد ہے، "اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم"۔ اور حضرت عمر نے بھی اسے سود کہا۔

۴ - بیچی ہوئی چیز کو، قیمت وصول کرنے سے پہلے، کم قیمت پر خرید لینا سود ہے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔

۵ - اور تعجیل کی شرط پر چھوٹ سود ہے۔

ایک جنس کے تبادلہ میں تفاضل کی حرمت کی علت

وہ چھ اصناف (اجناس) جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ و سلم کا

---

(۲۲) یعنی جب دونوں طرف سے ایک ہی جنس کا تبادلہ ہو۔

ارشاد متعدد طریقوں سے ہم تک پہنچا ہے ان میں تفاضل کی حرمت پر جملہ فقہاء کا اتفاق ہے، اور ہمارے نزدیک تو یہ حدیث تواتر کے درجہ کی ہے اس لئے کہ اس کے راوی بہت زیادہ ہیں اور اس پر عملاً فقہاء کا اتفاق رہا ہے بلکہ فقہاء نے تو اس چیز پر بھی اتفاق کیا ہے کہ اس عبارت کے مضمون میں جس معنی کے ساتھ حکم کا تعلق ہے (علت ہے) ان چھ اصناف کے علاوہ دیگر اصناف کے حکم میں بھی اس معنی (علت) کا اعتبار کیا جائے گا۔

فقہاء نے اعتبار جنس اور اس چیز پر اتفاق کرنے کے بعد کہ تفاضل کی تحریم اصناف ستہ تک محدود نہیں، حرمت کی وجوہ (علتـ) کے بارے میں اختلاف کیا ہے، جنہیں ہم باب کی ابتداء میں اجمالاً بیان کر چکے ہیں۔ خال خال لوگوں نے کہا ہے کہ تحریم تفاضل کا حکم ان ہی اصناف تک محدود ہے جو حدیث کے الفاظ میں مذکور ہیں، مگر ان لوگوں کا اختلاف ناقابل اعتناء ہے۔

ہمارے اصحاب (احناف) نے کیل اور وزن (ناپ اور تول) کی جو علت بتائی ہے اس پر اثر و نظر کے (نقلی اور عقلی) دلائل موجود ہیں۔ جن کا ہم کئی مقامات پر ذکر کر چکے ہیں۔ ان میں سے ایک دلیل خود اس حدیث کا سیاق و سباق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا، "الذہب بالذہب مثلاً بمثل وزنا بوزن، و الحنطة با لحنطة مثلا بمثل کیلاً بکیل" (سونے کا مبادلہ سونے سے، جیسے کا تیسا اور برابر وزن کا ہونا چاہیئے - گندم کا مبادلہ گندم سے جیسے کا تیسا اور برابر کیل کا ہونا چاہیئے [۲۳]) یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزونی جنس میں وزن کے تساوی اور مکیلی جنس میں کیل کے تساوی کو واجب قرار دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تحریم تفاضل میں جنس کے بعد کیل اور وزن کا اعتبار ہوگا۔

---

(۲۳) اس دور میں گندم بالوں سے نہیں بلکہ برتن وغیرہ کے پیمانوں سے بیچی جاتی تھی جیسا کہ آج کل بھی دور دراز دیہاتوں میں گندم تولی نہیں جاتی بلکہ لوپہ، بوری، پنڈ اور پتروپہ وغیرہ سے ناپی جاتی ہے۔

مخالف[۲۴] نے "اعتبارِ اکل" کا استدلال ان آیات سے کیا ہے، "الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس"[۲۵] (جو لوگ کھاتے ہیں سود، نہ اٹھیں گے قیامت کو، مگر جس طرح اٹھتا ہے جس کے حواس کھو دیئے ہوں جن نے لپٹ کر) اور ارشادِ الٰہی، "لا تاکلو الربوا" (مت کھاؤ سود)۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسم ربوا کا اطلاق ماکول پر کیا ہے اس سے مخالفین نے کہا کہ یہ عموم ربوا کو انہی اجناس میں ثابت کرتا ہے جو کھائی جاتی ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ الفاظ بوجوہ ان کے قول کی دلیل نہیں بن سکتے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ شریعت میں لفظ ربوا کے مجمل اور محتاج وضاحت ہونے کے متعلق ہم شروع میں بتا چکے ہیں، اس لئے عموم سے یہ استدلال درست نہیں۔ یہ (دعویٰ کہ سود صرف ماکول میں ہے) بذات خود کسی دوسری دلیل کا محتاج ہے، تاکہ آیت سے اس کی حرمت ثابت ہو اور اس کو نہ کھایا جائے۔ دوسری وجہ یہ کہ آیت میں، زیادہ سے زیادہ، ربوا کے وجود کو ماکول میں ثابت کیا گیا ہے۔ مگر اس میں یہ تو نہیں کہ جتنے بھی ماکولات ہیں ان میں ربوا ہے (اور دیگر اشیاء میں نہیں)؛ جبکہ ہم نے تو بہت سے ماکولات میں بھی سود کو ثابت کیا ہے اور یوں ہم آیت کی طرف سے عائد ہونے والی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوگئے۔

قرض میں مدت کی شرط ناجائز ہے

جو کچھ ہم پہلے بتا چکے ہیں اس سے جب یہ ثابت ہوگیا کہ سود ایک توقیفی اسم ہے اور اس بات پر اتفاق ہے کہ گیہوں کے بدلے ایک ہزار کی بیع ایسے ہی حرام ہے جیسے ایک ہزار کے بدلے ایک ہزار کی ادھار بیع[۲۶]۔ علت

---

(۲۴) امام شافعی ۔ امام مالک جنس کے ماکول ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے قابل ذخیرہ ہونے کا بھی اعتبار کرتے ہیں۔

(۲۵) البقرہ : ۲۷۵

(۲۶) اس لئے کہ دونوں طرف ہم ایک ہی جنس ہے اور بیع ہاتھ بہ ہاتھ نہیں ہے۔

اس کی یہ ہے کہ اس طرح پر مشروط مدت مال میں نقصان کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اور یہ شکل بالکل ایسے ہی ہو جاتی ہے جیسے ایک ہزار کی بیع گیارہ سو کے بدلے - جب یہ بات ثابت ہو چکی تو ضروری ہے کہ قرض میں اجل کی شرط صحیح نہ ہو۔ قرض میں مدت کی شرط ایسے ہی ناجائز ہے جیسے ایک ہزار کے مقابلہ میں گیارہ سو کی ادھار بیع - اس لیے کہ اجل (مدت) کا نقصان بھی وزن کے نقصان کی طرح ہے اور سود کبھی تو وزن میں نقصان کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی اجل میں نقصان کی وجہ سے اس لئے واجب ہے کہ قرض میں اجل کی شرط کا یہی حکم ہو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اس صورت حال میں قرض، خرید و فروخت کی طرح نہیں ہے، اس لئے کہ قرض کی صورت میں بدل (مال جو قرض پر دیا یا لیا جائے گا) پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہونا جائز ہے۔، جب کہ ہزار کے بدلے ہزار کی بیع میں ایسا نہیں - جواب میں اس سائل سے کہا جائے گا کہ اجل اس وقت باعث نقصان ہوتی ہے جب اس کو شرط قرار دیا گیا ہو اور جب اس کو شرط نہ بنایا جائے تو بدل پر قبضہ نہ کرنا باعث نقصان نہیں ہوتا - اس صورت حال میں (بدل پر قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہو جانا) بیع اس وجہ سے باطل نہیں کہ اس طرح پر دونوں میں سے کسی ایک مال میں نقصان پیدا ہو جائے گا بلکہ اس کی کوئی اور وجہ ہے - کیا تم نہیں دیکھتے کہ مجلس کے اندر ہی تقابض کے وجوب میں ایک ہی جنس یا الگ الگ جنسوں کے حکم میں کوئی فرق نہیں - میری مراد ہے سونے کے بدلے چاندی، باوجود اس کے کہ ان میں تفاضل جائز ہے - اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ مجلس کے اندر ہی تقابض کے وجوب کی یہ وجہ نہیں کہ اگر قبضہ نہ کیا گیا تو غیر مقبوض مال میں نقصان آجائے گا (نہیں بلکہ اس کی وجہ ایک اور ہے) -

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے ہاتھ ایک ہزار درہم میں ایک غلام فروخت کیا، اور کئی برس تک قیمت وصول نہ کی،

تو خریدنے والا اس غلام کو منافع پر بیچ سکتا ہے اور قیمت نقد وصول کر سکتا لیکن اگر صورت حال یہ ہو کہ اس نے غلام کو ایک ہزار کے بدلے ، ایک مہینے کے اندر اندر ادائیگی کی شرط پر، بیچا ، مدت پوری ہوگئی تو مشتری (خریدنے والا) اس کو ایک ہزار پر منافع لگا کے نقد قیمت پر اس وقت تک نہیں بیچ سکتا جب تک کہ یہ بیان نہ کر دے کہ اس نے غلام کو ثمن مؤجل پر خریدا تھا ۔

اس (مثال) سے معلوم ہوا کہ مدت کی شرط قیمت میں نقصان کا موجب ہوتی ہے جو کہ حکماً وزن کے نقصان کے قائم مقام ہے (اور یہ ناجائز ہے) ۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو قرض اور بیع میں اس لحاظ سے تشبیہ درست ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں اور اس پر یہ سوال وارد نہیں ہوتا ۔

اجل کی شرط کا بے بنیاد ہونا ، نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے ارشاد ، "انما الربوا فی النسیئۃ" سے ثابت ہے۔ اس ارشاد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع اور قرض میں کوئی فرق نہیں کیا ، اس لئے یہ سب پر حاوی ہے۔

تاجیل کے باطل ہونے پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ قرض دینا کار ثواب ہے اور قرض اس وقت تک صحیح معنوں میں قرض نہیں جب تک مقروض اس پر قبضہ نہ کرے ، اس لحاظ سے یہ ہبہ کے مشابہ ہے، لہذا جس طرح ہبہ میں تاجیل درست نہیں ایسے ہی قرض میں تاجیل درست نہیں۔ ہبہ میں تاجیل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشاد ، "من اعمر عمری فھی لہ ولورثتہ"[۲۷] (اگر کسی نے اپنا مکان کسی کو ہبہ کر دیا تو موہوب لہ اور اس کے ورثاء مکان کے مالک قرار پائیں گے) سے باطل قرار دے چکے ہیں۔ چنانچہ

(۲۷) عمری ۔ ہبہ کی ایک قسم ہے جسکا مفہوم ہے کسی کو مکان ہبہ کر دینا ۔ اگر ہبہ کرنے والے نے بغیر کسی شرط کے مکان ہبہ کر دیا تب تو بالاتفاق مکان اسکا ہے جسکو ہبہ کر دیا گیا تھا لیکن اگر ہبہ کرنے والا ایک خاص مدت تک کیلئے مکان ہبہ کرے تو احناف کے نزدیک مدت کی شرط بے معنی ہے اور موہوب لہ مکان کا مالک ہے ۔

نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے سلک میں تاجیل مشروط کو باطل کر دیا۔

ایک اور دلیل یہ ہے کہ روپیہ بطور قرض دینا یا عاریۃ دینا ایک ھی چیز ہے۔ اس لئے کہ عاریت دوسرے شخص کو شئی سے حاصل ہونے والے فوائد کا مالک بناتا ہے۔ اور جب روپیہ عاریۃ دیا جائے تو نفع (فائدہ) روپے کی ذات کو ہلاک کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ہمارے اصحاب (احناف) کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو کچھ روپے عاریتہ دیا تو یہ قرض ھی شمار ہوگا۔ اور اسی لئے احناف نے اجرت پر روپے لینے دینے کو ناجائز قرار دیا، اس لئے کہ اجرت پر روپیہ لینا بھی قرض ہے، تو گویا اس نے اس شرط پر روپیہ قرض لیا کہ اصل زر سے زیادہ واپس کرے گا (اور یہ سود ہے)۔ حاصل یہ کہ جب عاریت میں اجل کی شرط درست نہیں تو قرض میں بھی درست نہ ہو گی۔

قرض کے عاریت ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل ابراھم الھجری کی حدیث بواسطہ ابو الاحوص بواسطہ عبد اللہ ہے، عبد اللہ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا، "کیا تم لوگ جانتے ہو کونسا صدقہ سب سے بہتر ہے؟"، انہوں نے کہا، "اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں"۔ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا، بہترین صدقہ منحہ (عطیہ) ہے، یعنی تمہارا اپنے بھائی کو روپیہ، جانور سواری کے لئے یا بکری کا دودھ بطور عطیہ کے دینا"۔

منحہ (عطیہ) عاریت ھی کا دوسرا نام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے روپے کے قرض کو عاریت قرار دیا۔ کیا تم نے ایک دوسری حدیث کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ و سلم کا ارشاد، "عطیہ لوٹایا جائے گا" نہیں دیکھا۔ بس جب عاریت میں تاجیل درست نہیں تو قرض میں بھی درست نہیں۔ البتہ امام شافعی نے قرض میں تاجیل کو درست قرار دیا ہے۔ و باللہ التوفیق و منہ الاعانہ۔